محمد حنیف ندوی

تعلیماتِ غزالی

طہارت پاکیزگی اور طہارت کا اسلام میں کیا مقام ہے، اس سے متعلق حسب ذیل تصریحات ملاحظہ ہوں آنحضرت کا ارشاد ہے:۔

(۱) بنی الدین علی النظافۃ۔ — دین کی بنیاد پاکیزگی پر رکھی گئی ہے

(۲) مفتاح الصلوٰۃ الطہور۔ — پاکیزگی نماز کی کلید ہے۔

(۳) الطہور نصف الایمان۔ — پاکیزگی نصف ایمان ہے۔

(۴) فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین۔ — اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور خدا پاک رہنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے۔

(۵) مایرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطہرکم۔ — خدا تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کر دے۔

ان کھلی کھلی وضاحتوں سے اربابِ بصیرت نے معلوم کیا کہ باطن و قلب کی پاکیزگی جسمانی پاکیزگی سے کہیں اہم ہے۔ کیونکہ جب آں حضرت نے اس حقیقت کا اعلان فرمایا کہ پاکیزگی نصف ایمان ہے، تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ پانی سے اعضاء و جوارح کو تو دھونا چاہیئے۔ اور پاک کرنا چاہیئے مگر قلب و باطن کو بدستور غلاظتوں اور عفونتوں سے آلودہ رہنے دیا جائے اور اس کی پاکیزگی اور ستھرائی کا کوئی اہتمام نہ کیا جائے۔ شریعت مطہرہ کے بارے میں ایسا گمان کرنا بعید تر ہے۔ تطہیر کے دراصل کئی مدارج ہیں۔ اور جسمانی صفائی ستھرائی کا تعلق صرف پہلے درجے سے ہے۔

دوسرا درجہ اس بات کا متقاضی ہے کہ اعضاء و جوارح کو گناہوں اور معصیتوں کے ارتکاب سے باز رکھا جائے۔

تیسرا درجہ یہ چاہتا ہے کہ قلب اخلاق مذمومہ اور بدترین رذائل سے محفوظ رہے۔

چوتھا درجہ انبیاء و صدیقین کا ہے۔ اس کا یہ تقاضا ہے کہ اسرارِ قلب میں اللہ تعالےٰ کے سوا ہر کسی کی دخل اندازی کا انکار کیا جائے اس کو تطہیر سر کہتے ہیں۔ یہ مقام اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کسی شخص پر اللہ تعالےٰ کا جلال و عظمت پوری طرح منکشف ہو جائے لیکن یہ اس وقت تک حاصل ہونے والا نہیں جب تک کہ دل ماسوا اللہ سے کلیۃً پاک نہ ہو جائے۔ قرآن کریم میں ہے:

قل اللّٰہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون ۔ کہدو خدا ہوتے پھران کو چھوڑدو کہ اپنی بیہودہ بکواس میں کھیلتے رہیں۔

کیوں اس لئے کہ ایک دل میں ایک ہی سودا اور جنون ہو سکتا ہے ۔ یا اللہ تعالیٰ کی طلب وجستجو یا ماسوا اللہ کی تلاش ۔

وماجعل اللّٰہ لرجل من قلبین فی جوفہ ۔ اور خدا نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے ۔

ایمان کے مختلف مقامات میں ایک طرح کا تفاوت اور ترتیب پائی جاتی ہے ۔ لہٰذا ایک شخص اگر چاہتا ہے کہ سب سے اوپر کے درجے اور مقام پر فائز ہو تو پہلے اسے نیچے کے درجہ سے گزرنا ہوگا ۔ مثلاً جب تک کوئی شخص دل کو ذمائم اخلاق سے پاک نہیں کرتا اور اس میں محاسنِ اخلاق کی تخم ریزی نہیں کرتا ، یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک ہی جست میں تطہیرِ سِر کے مقام رفیع تک رسائی حاصل کرے ۔ اس کے لئے تو اسے لامحالہ محنت کرنا پڑے گی ۔ اور معاصی اور مناہی کی ہر ہر صورت سے دست کش ہونا ہوگا ۔ تب کہیں جاکر یہ مقام ملے گا ۔ اب جس شخص کے سامنے درجات و مقامات کی یہ ترتیب نہیں ہے ۔ وہ تطہیر و پاکیزگی کے اس مقام پر اٹک کر رہ جائے گا جس کی غرض و غایت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہاتھ منہ دھویا جائے غسل واستنجا کا اہتمام کیا جائے اور پہننے کے کپڑے صاف ستھرے رہیں ۔ یہ شخص تطہیرِ ظاہر کی جزئیات میں کھویا رہے گا اور تا بحدِ وہم وغلو انہیں میں اُلجھا رہے گا لیکن مطلق نہیں جان پائے گا کہ ان کے علاوہ بھی پاکیزگی کا کوئی اعلیٰ وارفع مقام ہے ۔

صحابہ کا ذوقِ تطہیرِ ظواہر سے کس درجہ بے نیاز تھا ۔ اور وہ کس درجہ باطن و قلب کے سنوارنے میں منہمک رہتے تھے ۔ اس کا اندازہ اس سے کیجیئے کہ حضرت عمر ایسا جلیل القدر انسان اس میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا کہ ایک عیسائی عورت کے گھڑے سے وضو کرے ۔ یہ تو ان کا حال تھا ، عام صحابہ کی یہ کیفیت تھی کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کی ضرورت نہیں محسوس کرتے تھے بلکہ کمال سادگی سے چکنائی سے سنے ہوئے ہاتھ پاؤں کے تلووں سے پونچھ ڈالتے ۔

اسی طرح اشنان (ایک طرح کا مسالہ) کے استعمال کو مکروہ جانتے ہیں زمین پر سجدہ کرتے ننگے پاؤں گلیوں اور بازاروں میں چلتے ان میں ایسے حضرات بھی تھے کہ براہِ راست زمین کو بچھونا قرار دیتے اور طہارت میں صرف ڈھیلے پر اکتفا کرتے ۔ حضرت ابوہریرہ نے صحابہ صفہ کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے :

کنا نا کل الشعراء فند خل اصابعنا فی الحص
ثم نفر کھا ونکبر ۔

حضرت عمر کا ارشاد ہے :

ماکنا نعرف الاشنان فی عصر رسول اللّٰہ ہم آنحضرت کے زمانہ میں اشنان استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ ہم رومال کا کام وانما کانت منادیلنا بطون ارجلنا ۔ پاؤں کے تلووں سے لیتے تھے ۔

امورِ دنیا میں صحابہ کی یہی سادگی اور بے نیازی تھی جس کی وجہ سے کہا گیا کہ آنحضرت کے بعد اوّل اوّل جو بدعات رواج پذیر ہوئیں وہ یہ چار تھیں چھلنی ، اور اشنان کا استعمال ۔ دسترخوان کا التزام اور پیٹ بھر کھانا ۔ توجہ باطن اور تزکیۂ

قلب کو صحابہ میں جو اہمیت حاصل تھی اس کا یہ اثر تھا کہ بعض ایسے امور میں بھی یہ تساہل کو اولیٰ سمجھتے تھے جن کو ظاہری پاکیزگی کے متممات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ محض اس اندیشے سے کہ کہیں ان چیزوں میں انہماک التفات الی اللہ کے آڑے نہ آئے۔ چنانچہ کچھ صحابہ کی رائے تھی کہ جوتے سمیت نماز پڑھنا افضل ہے۔ امام نخعی کہا کرتے تھے کہ:

وددت لو اتیٰ محتاج الیھا فاخذھا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ کاش کوئی حاجت مند ان لوگوں کے جوتوں کو اٹھالے جائے جو جوتا اُتار کر نماز پڑھتے ہیں۔

غرض یہ تھی کہ جن لوگوں کو اس انداز کی ادنیٰ فکریں گھیرے رہتی ہیں وہ عبادت سے کیا لطف اندوز ہو سکیں گے۔

یہ تو صحابہ کی زندگی تھی لیکن اب تزئین نماز کا جذبہ اس حد تک فروغ پا گیا۔ کہ لوگ رعونت وکبر کو نظافت وپاکیزگی سے تعبیر کرنے لگے ہیں۔ اور اس کو دین کی بنا اور اساس ماننے لگے ہیں اب یہ عروس اور دلہن کی طرح یوں بن ٹھن کر رہتے ہیں کہ گویا یہی حاصلِ حیات ہے ۔ یہ تو ظاہر کا رنگ وروغن ہوا۔ باطن اور قلب کا یہ حال ہے کہ یہ رذائل اخلاق سے ملوث ہے۔ اور اس میں کیا نہیں۔ تکبر اور حب ذات کی جھلکیاں بھی ہیں۔ اور جہل وریاکاری کی بدمستیاں بھی۔ مزید برآں شوائب نفاق کی اچھی خاصی مقدار بھی پائی جاتی ہے۔ لطف یہ ہے کہ ان رذائل پر خوش ہیں۔ اور اگر آج کوئی شخص پہلی سی سادگی اختیار کرے مثلاً استنجا میں پانی استعمال نہ کرے۔ ننگے پاؤں گھومے پھرے صحن مسجد میں کھلی زمین پر سجدہ ریز ہو جائے اور سجادہ وقالین کی پروا نہ کرے۔ یا کسی ایسے شخص کے برتن سے وضو کرے جو متقشف نہ ہو۔ تو یہ لوگ اس کے خلاف قیامت برپا کر دینگے۔ اسے گندا اور غلیظ کہیں گے۔ یہی نہیں اس کے ساتھ کھانا پینا تک بند کر دیں گے۔ یعنی اب سادگی اور امور دنیا کے معاملہ میں تساہل غلاظت ہے اور رعونت وکبر لطافت اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ صوفیاء نے اس معاملہ میں جو غلو روا رکھا ہے۔ اور خواہ مخواہ منکرات اور برائیوں کو جو اپنا رکھا ہے ہم اس کی تائید کر رہے ہیں۔ حاشا للہ ہمارا یہ مطلب نہیں۔ ہمارے نزدیک نظافت وتطہیر کا مسئلہ تفصیل چاہتا ہے۔ اور بغیر تفصیل کے اس بارہ میں کچھ کہنا غلط فہمیوں کا موجب ہو سکتا ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ ستھرائی اور پاکیزگی وتطہیر کا یہ جذبہ یا زندگی میں تھوڑا بہت تکلف فی نفسہ اس میں کوئی عیب نہیں۔ اسلام ان چیزوں کو قطعی مباح اور جائز سمجھتا ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کس نیت سے ان مباحات کا استعمال ہو رہا ہے اور کن احوال وکیفیات کے ساتھ یہ وابستہ ہیں۔ اگر نیت صحیح ہے اور احوال وکیفیات میں بھی کوئی شے کھٹکنے والی نہیں تو ان کے جائز ہونے میں کیا شبہ ہے۔ اسلام ہر ہر شخص کو اختیار دیتا ہے کہ وہ اپنے مال ودولت میں جس طرح چاہے تصرف کرے۔ بشرطیکہ اضاعت واسراف کا کوئی اندیشہ لاحق نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص ان مباحات کو اصل دین سمجھتا ہے۔ اور ان لوگوں کو بنظر تحقیر دیکھتا ہے جو اوائل اور قدما کی پیروی میں ان تکلفات کے عادی نہیں۔ تو یہ بلاشبہ ناجائز ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص بناؤ سنوار میں لگا رہتا ہے اور تزئین وآرائش کو دکھاوے کی نیت سے اختیار کرتا

ہے تو اس کو بھی دوست نہیں مانا جا سکتا۔

غرض یہ ہے کہ جہاں تک اہل علم وعمل کا تعلق ہے ان کا شیوہ یہی رہنا چاہیئے کہ ضروریات سے زیادہ ان امور میں دلچسپی نہ لیں اور عمر عزیز کو جو بہت ہی قیمتی جوہر ہے جسم وظاہر کی آرائش میں ضائع نہ کریں۔ بلکہ اپنے کو ان امور کی تکمیل کے لئے وقف کئے رہیں جو ان سے کہیں زیادہ توجہ کے لائق ہیں۔ اس وضاحت سے ان لوگوں کو شبہ میں نہیں پڑنا چاہیئے جو عبادات وزہد میں سُست اور متساہل ہیں۔ ان کے لئے یہ جائز نہیں کہ صحابہ واتقیا کی تقلید میں نظافت ظاہری سے دست کش ہو جائیں۔ کیونکہ وہ اگر وضع قطع اور لباس وآرائش کے معاملہ میں تغافل برتتے تھے تو اس بنا پر کہ ان کو ایسے ایسے اہم امور انجام دینا تھے کہ اگر وہ ان چیزوں پر اپنی ساری توجہ مرکوز کر دیتے تو کسی طرح بھی ان سے نہ نمٹ سکتے۔ ان کے سامنے یہ اصول رہتا تھا کہ زیادہ اہم کیا ہے۔ اور توجہ والتفات کی عنان کو پہلے کس طرف موڑنا چاہیئے۔ یہی مطلب ہے ایک بزرگ کے اس قول کا۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ داڑھی کے الجھاؤ کو دور کیوں نہیں کرتے۔ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ یہاں اتنی فراغت کسے حاصل ہے (یعنی اعمال باطن اتنی مہلت ہی کہاں دیتے ہیں کہ تکلفات ظاہر سے تعرض کیا جائے) لیکن ان لوگوں کا یہ حال نہیں اس لئے انہیں ترک مباحات کا مشورہ دینا سراسر غلط ہوگا۔

صحابہ واتقیاء کن امور میں غور وفکر کرتے تھے اور کن اسرار ونکات کی طرف ان کا ذہن ملتفت رہتا تھا۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے کہ ایک مرتبہ سفیان ثوری اپنے ایک دوست کے ساتھ جا رہے تھے کہ ان کی نظر اس پر اس حال میں پڑی کہ یہ بڑے انہماک اور تعجب سے ایک محل کی طرف نظریں گاڑے ہوئے ہیں۔ کہا یہی دلچسپی تو ان سرمایہ داروں کو اس ریاکاری پر آمادہ کرتی ہے۔ کہ وہ ایسے سربفلک محلات تعمیر کریں۔ ورنہ ہرگز ان کو جرأت نہ ہو کہ اللہ تعالےٰ کے مال کو یوں بے دریغ صرف کریں۔ اور اسراف وتبذیر کے مرتکب ہوں۔ گویا صحابہ واتقیا کا مذاق خاص یہ تھا کہ احتمالات ریاء اور ظلم پر ان کی نگاہ رہے۔ رہی یہ بات کہ مسئلہ نجاست وتطہیر کی باریکیاں کیا ہیں۔ تو وہ ان کے بارے میں بہت کم سوچتے تھے۔

فضائل وضو

ایک حدیث میں آیا ہے:

من توضأ فاحسن الوضوء وصلی رکعتین لم یحدث نفسہ فیھما بشیء من الدنیا خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ[1]

جس نے وضو کیا اور اس کی تکمیل بھی کی پھر اس طرح دو رکعت نماز پڑھی کہ اس میں اس نے اپنے دل میں دنیا سے متعلق کوئی بات چیت نہیں کی تو یہ گناہوں سے یوں بچ کر نکل گیا کہ گویا ابھی ابھی پیدا ہوا ہے اور تہمت گناہ سے بالکل بری ہے۔

---

[1] معنیٰ متفق علیہ ہے۔

آں حضرت نے ایک ایک بار بھی اعضاء وضو کو دھویا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی اور دو بار بھی دھویا ہے۔ اور فرمایا ہے جو دو دو مرتبہ ہر ہر عضو کو دھوتا ہے اس کو دہرا اجر ملیگا جب تین تین بار دھویا تو فرمایا:

هذا وضوئی و وضوء الانبیاء من قبلی و وضوء خلیل الرحمٰن ابراهیم علیه السلام[۱]

وضو میں یہ میرا طریق ہے یہی مجھ سے پہلے انبیاء کا طریق ہے اور خصوصیت سے یہی طریق اللہ تعالےٰ کے دوست اور خلیل ابراہیم علیہ السلام کا ہے

وضو کے ساتھ ساتھ اللہ تعالےٰ کا ذکر بھی ہونا چاہیئے۔ آنحضرت کا ارشاد ہے:

من ذکر اللہ عند وضوءہ طهر اللہ جسدہ کله ومن لم یذکر اللہ لم یطهر منه الا ما اصاب الماء[۲]

جو وضو کرتے وقت اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس کے تمام جسم کو پاک کر دیتا ہے اور جو اللہ تعالےٰ کا نام نہیں لیتا تو اس کی طہارت اعضاء وضو ہی تک محدود رہتی ہے۔

اسلام میں پاکیزگی اور طہارت کا کیا درجہ ہے اس کے بارے میں یہ حدیث یاد رکھئے:

ان الطاهر کالصائم[۳]

ظاہر اور صاف ستھرا رہنے والا روزہ دار کی طرح ہے

حضرت عمر کا کہنا ہے:

ان الوضوء الصالح یطرد عنک الشیطان۔

توجہ و اہتمام سے کیا ہوا وضو شیطان کو تم سے دور رکھے گا۔

---

[۱] روایت عبداللہ بن عمر [۲] دارقطنی [۳] ابومنصور الدیلمی

افکارِ غزالی

(مصنفہ مولانا محمد حنیف ندوی)

امام غزالی کے شاہکار "احیاء العلوم" کی تلخیص اور ان کے افکار و تعلیمات پر عالمانہ تبصرہ۔

قیمت آٹھ روپے آٹھ آنے

ملنے کا پتہ

منیجر ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور